اسلام کا مستقبل

محاضرات کے دوسرے دن جناب باسط بلال کوشل کا لیکچر' بعنوان:

The Post-Modern Destiny of Islam

تلخیص و ترجمہ : ڈاکٹر احمد افضال

اپنے دوسرے لیکچر میں جناب باسط بلال کوشل نے اسلام کی موجودہ صورت حال کو واضح کرنے کے لئے دو احادیث کا حوالہ دیا۔ پہلی حدیث کی رو سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

((یُوشِکُ اَن یأتیَ علی الناسِ زمانٌ لا یبقٰی من الإسلامِ اِلّا اسمُہ وَلا یبقٰی من القرآنِ الا رَسمہ' مَساجدُھم عامرۃٌ وھی خرابٌ من الھدٰی' علماءُ ھم شرٌّ مَن تحتَ اَدیمِ السّماءِ' مِن عندِھم تخرجُ الفتنۃُ وفیھم تعود))

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

"قریب ہے کہ لوگوں پر وہ وقت آجائے گا جب اسلام میں اس کے نام کے سوا کچھ نہیں رہے گا اور قرآن میں اس کے حروف کے سوا کچھ باقی نہیں بچے گا۔ ان کی مساجد بہت آباد ہوں گی لیکن وہ ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کی چھت تلے کے بدترین لوگ ہوں گے۔ انہی سے فتنہ برآمد ہوگا اور انہی میں لوٹ جائے گا"۔

دوسری حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

((یُوشِکُ الأُممُ اَن تداعٰی علیکم کَما تداعَی الأَکَلۃُ الٰی قصعتِھا)) فقال قائلٌ: ومن قلۃٍ نحن یومئذٍ؟ قال :

((بل انتم یومئذٍ کثیرٌ، ولکنّکم غثاءٌ کغثاءِ السّیل، ولینزعنَّ اللّٰہُ مِن صُدورِ عدوّکُم المھابۃَ منکم، ولیقذفنَّ فِی قُلوبکم الوَھْنَ)) قال قائلٌ: یا رسولَ اللہِ! ومَا الوَھْن؟ قال: ((حبُّ الدُّنیا وکَراھیۃُ المَوتِ))

(رواہ ابوداود والبیھقی)

"قریب ہے کہ اقوامِ عالم ایک دوسرے کو تم پر ٹوٹ پڑنے کی دعوت دیں گی، جیسے ایک میزبان خاتون مہمانوں کو اپنے دسترخوان پر دعوت دیتی ہے"۔ اس پر ایک پوچھنے والے نے پوچھا: "کیا یہ اُس وقت ہماری قلتِ تعداد کے باعث ہو گا؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، بلکہ اُس وقت تم تعداد میں بہت زیادہ ہو گے، لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے اوپر آ جانے والے جھاگ کی سی ہو گی۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دیں گے، اور تمہارے دلوں میں وہن (کمزوری) پیدا کر دیں گے"۔ ایک کہنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ) وہن سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "دنیا سے محبت اور موت کو ناپسند کرنا"۔

جناب باسط بلال نے کہا کہ ہر معاشرے میں حکمران طبقہ مذہب کو اپنے ذاتی اور سیاسی مفادات کے حصول کے لئے استعمال کرتا رہا ہے، اور مسلم معاشرے میں بھی اس قسم کی کوششیں کی گئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی تاریخ میں علماء حق اور عوام الناس نے حکمرانوں کی طرف سے کی جانے والی اس نوعیت کی کوششوں کا ہمیشہ ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے، جس کی سب سے تابناک مثال مامون الرشید کے دور میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا کردار تھا۔ تاہم آج کے دور میں علماء اور عوام میں سے کوئی طبقہ بھی اس قابل نہیں رہا ہے کہ اسلام پر ہونے والے اندرونی یا بیرونی حملوں کے خلاف اس کا مؤثر دفاع کر سکے۔ عوام کو دنیا کی محبت اور موت سے فرار جیسی بیماریاں لاحق ہو چکی ہیں اور علماء فتنوں کا شکار ہو کر غیر مؤثر ہو گئے ہیں۔ ان حالات میں اسلام کی مغلوبیت باعث حیرت نہیں ہے۔ فاضل مقرر نے کہا کہ اس اندرونی ضعف کے باعث اسلام میں بیرونی حملوں کے خلاف مزاحمت کی صلاحیت کم ہو گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی جن مذہب مخالف قوتوں

نے عیسائیت اور یہودیت کے ساتھ یورپ کی وابستگی ختم کی تھی' ان قوتوں نے اب اسلام کو اپنا نشانہ بنالیا ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ اسلام کا بھی وہی حال کر دیا جائے جو مسیحیت اور یہودیت کا ہو چکا ہے' یعنی اسے بھی محض خاندان یا برادری کی سطح پر منعقد ہونے والی چند رسومات تک محدود کر دیا جائے۔ تاہم ہمارے سامنے کئی ایسی ٹھوس وجوہات موجود ہیں جن کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کا مستقبل اس کے دشمنوں کی خواہشات کے برعکس نہایت روشن اور تابناک ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ○ ﴾ (الصف : ۸)

"(یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (پھونکیں مار کر) بجھا دیں' جبکہ اللہ (فیصلہ کر چکا ہے کہ) اپنے نور کو (کامل طور پر) پھیلا کر رہے گا' خواہ کافروں کو برا ہی (کیوں نہ) لگے"۔

فاضل مقرر نے کہا کہ اسلام کے روشن مستقبل کو یقینی بنانے والی پہلی شے اسلام کی وہ مخالفت اور اس کے خلاف عناد کا وہ رویّہ ہے جو مغربی طاقتوں نے اختیار کیا ہوا ہے۔ مغرب کے اسی رویئے کی وجہ سے مسلمانوں میں اسلام کے احیاء کی خواہش کو گزشتہ ایک سو سال کے دوران تقویت ملتی رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جن مسلمان معاشروں کو مغربی استعمار کے شدید ترین دباؤ کا سامنا کرنا پڑا' انہی معاشروں میں اسلام سب سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ ابھرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ثبوت کے طور پر الجزائر' ایران اور ترکی کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ فاضل مقرر نے کہا کہ اس وقت پوری مسلم دنیا میں جبر کے ذریعے اسلام کو ابھرنے سے روکنے کی کوشش کی جا رہی ہے' تاہم مغرب کی جانب سے اسلام کے خلاف مسلسل عناد کا رویّہ بجائے خود اسلام کی زندگی کا ثبوت ہے۔ اکیسویں صدی میں اسلام کے ایک زندہ قوت کے طور پر ابھرنے میں اصل فیصلہ کن شے خود اسلام کا اندرونی تاریخی عمل ہو گا۔ اس اعتبار سے اسلام کا احیاء دراصل اس کی تقدیر مبرم ہے جسے کسی بھی طور سے روکا نہیں جا سکتا۔ اس کا ثبوت نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے بھی ملتا ہے جس میں آپ ﷺ نے اسلام کے پانچ ادوار کا ذکر فرمایا ہے :

((تكون النبوةُ فيكم ما شاء اللّٰهُ اَن تكون' ثم يرفعها اللّٰهُ اِذا شاءَ اَن يرفعَها' ثم تكونُ خلافةً علٰى منهاجِ النبوةِ' فتكون ما شاء اللّٰه ان تكون' ثم يرفعها اذا شاء اَن يرفعها' ثم تكون ملكًا عاضًّا فيكون ما شاء اللّٰه ان تكون' ثم يرفعها اذا شاء اللّٰهُ ان يرفعها' ثم تكون ملكًا جَبَرِيًّا فتكون ما شاء اللّٰهُ ان تَكوَن' ثم يرفَعُها اذا شاءَ ان يرفعَها' ثم تكون خلافةً علٰى مِنهاج النبوةِ' ثم سَكَتَ))۔ (رواه احمدؒ : عن النعمان بن بشيرؓ)

"تمہارے اندر عہدِ نبوت جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا۔ پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اس (عہدِ نبوت) کو ختم کر دے گا۔ (اس کے بعد) پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو گی' جو قائم رہے گی جب تک اللہ (اسے قائم رکھنا) چاہے گا' پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کر دے گا۔ پھر (اس کی جگہ) کاٹ کھانے والی بادشاہت قائم ہو جائے گی جو جب تک اللہ چاہے گا برقرار رہے گی۔ پھر جب اسے بھی اللہ ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ پھر جابرانہ ملوکیت کا دور ہو گا' جو جب تک اللہ چاہے گا باقی رہے گا۔ پھر اللہ جب اسے بھی ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ (دوبارہ) قائم ہو جائے گی۔ پھر آپؐ خاموش ہو گئے"۔

مندرجہ بالا روایت کی تشریح کرتے ہوئے جناب باسط بلال نے کہا کہ اگر ہم رابرٹ ایل ؕوڈ کے بتائے ہوئے مذہب کی تاریخ کے پانچ ادوار کا نبی کریم ﷺ کے قول سے موازنہ کریں تو کئی اہم حقائق واضح ہو جاتے ہیں۔ دورِ رسالتؐ اور دورِ خلافت راشدہ کا مجموعی عرصہ ایل ؕوڈ کے نقشے کے مطابق "پیغمبرانہ عہد" ہے' یعنی وہ دور جب اسلام اقلیت میں تھا' اپنے آپ کو قائم کرنے کوشش کر رہا تھا' اور اس کے بنیادی اصول ابھی مرتّب و مدوّن ہو رہے تھے۔ بنو امیّہ اور بنو عباس کا دور (آٹھویں صدی عیسوی سے تیرہویں صدی عیسوی تک) ایل وڈ کے نقشے کی رو سے "حکمت اور حکومت کا عہد" قرار پاتا ہے' یعنی وہ دور جب اسلام پوری طرح سلطنت و حکومت کے مرحلے میں داخل ہو چکا

تھااور اس کی توسیع ہو رہی تھی۔ بنو عباس کے زوال کے ساتھ ہی "زہد اور روحانیت کا عہد" شروع ہوا۔ اسلامی تاریخ میں تیرھویں اور چودھویں صدی عیسوی وہ دور تھا جب اسلامی تصوف میں عظیم سلاسل سلوک نے جنم لیا' اور ابتدائی پانچ صدیوں کے بعد پہلی مرتبہ فقہ کے بجائے اسلام کے روحانی پہلو پر توجہات مرکوز ہونے لگیں۔ فاضل مقرر نے کہا کہ زہد اور روحانیت کے عہد کے خاتمے کے ساتھ ہی سترھویں صدی کے اواخر اور اٹھارھویں صدی کے اوائل میں غلامی کا دور شروع ہوا' جب یورپی استعمار نے مسلم دنیا کو سیاسی و عسکری اعتبار سے اپنا محکوم بنایا۔

فاضل مقرر نے کہا کہ آج اسلام کے سوا تمام مذاہب اپنے آخری یعنی موت کے مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں' نیز اسلام موجودہ صدی کے شروع میں اپنے اصلاح و تجدید (Reformation) کے دور میں قدم رکھ چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور ایک غیر مسلم محقق کے تجزیئے میں غیر معمولی مشابہت سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی ذہن اگر حقیقی محنت اور نظم کے ساتھ غور و فکر کرے تو غیر معمولی ترقی کر سکتا ہے۔ اسلام میں اصلاح و تجدید اور احیاء کی موجودہ لہر کے حوالے سے جناب باسط بلال نے کہا کہ یہ اصل میں اسلام کی اصل تعلیمات کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسیحیت میں اصلاح کی کوشش بری طرح ناکام ہوئی تھی اور بجائے اس کے کہ اس کوشش کے نتیجے میں مسیحیت کی اصل تعلیمات کا احیاء ہوتا' اس کی تعلیمات میں مزید بگاڑ کا راستہ کھل گیا۔ آج صورتحال یہ ہے کہ پروٹسٹنٹ اکثریت کے ممالک میں مسیحیت کو سب سے بڑھ کر استہزاء کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ نیز ریاست ہائے متحدہ امریکہ' جسے ابتدائی مسیحی آبادکاروں کے نزدیک ایک نیا یروشلم بننا تھا' آج اس کے شہر قومِ لوطؑ کی بستیوں سدوم اور عامورہ کی طرح بے راہ روی کا مرکز بن چکے ہیں۔ جناب باسط بلال نے کہا مسیحیت کے اس زوال کا سبب یہ تھا کہ وہ جدید سیکولر طرز فکر کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہ رکھتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام میں اصلاح و تجدید کے نتائج مسیحیت کی reformation کے مقابلے میں بالکل مختلف ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسیحیت کا جدیدیت (Modernity) سے اس وقت واسطہ پڑا تھا جب مسیحیت میں اصلاح کا دور

اختتام پذیر اور جدیدیت اپنے پورے شباب پر تھی۔ اس صورت حال میں مسیحیت کے لئے فی الواقع ممکن نہ تھا کہ وہ جدید سیکولر طرز فکر کے مقابلے میں کوئی حقیقی مزاحمت کر سکتی۔ اس کے برعکس اسلام کا معاملہ یہ ہے کہ آج نہ صرف اس کے احیاء کا عمل شباب پر ہے بلکہ خود جدیدیت اپنے دور زوال میں داخل ہو چکی ہے۔ مغرب میں اب جدیدیت (Modernity) سے آگے بڑھ کر ایک ورائے جدیدیت دور (Post-Modern Age) کی باتیں ہو رہی ہیں۔ ان دونوں اسباب کی وجہ سے اسلام کے حقیقی احیاء کے امکانات بہت روشن نظر آتے ہیں۔

یورپ میں نشأۃ ثانیہ (Renaissance) کے حوالے سے مہمان مقرر نے کہا کہ یہ تحریک دراصل قبل از مسیحیت کی مشرکانہ تہذیب کا دوسرا جنم تھا' جس نے یورپی معاشرے میں مسیحیت کو کمزور کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ یورپی نشأۃ ثانیہ سے ملتی جلتی تحریکیں عالم اسلام میں بھی پیدا ہوئی ہیں' مثلاً اکبر کا دین الٰہی' شاہ ایران کا ڈھائی ہزار سالہ جشن اور جمال عبدالناصر کی عرب قوم پرستی۔ ان تمام واقعات میں مشترک عنصر کیا تھا؟ اسلام کو چھوڑ کر قبل از اسلام کی مشرکانہ تہذیب سے اپنا تعلق جوڑنا اور اسے دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کرنا۔ جناب باسط بلال نے کہا کہ یورپ کی نشأۃ ثانیہ نے مسیحیت کو اتنا ضعیف کر دیا تھا کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے جدیدیت کے حملوں کی تاب نہ لا سکی۔ اس کے برعکس عالم اسلام میں اس نوعیت کی تحریکیں نہ صرف یہ کہ کامیاب نہ ہو سکیں بلکہ ان کی بدولت اسلام میں نئی قوت مزاحمت پیدا ہوئی جس نے اسے جدیدیت کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے مزید قوت بخشی۔

اسلام کے روشن مستقبل کے ضمن میں جناب باسط بلال نے ایک اور دلیل دیتے ہوئے کہا کہ مسیحیت کے پاس وحیِ الٰہی اپنی اصل اور خالص شکل میں موجود نہ تھی' جبکہ جدیدیت کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کے غیر محرف کلام کی بنیاد پر ہی کیا جا سکتا تھا۔ عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید دونوں میں اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ اس قدر انسانی تحریفات شامل ہو چکی ہیں کہ یہودیت اور مسیحیت کو لامحالہ جدیدیت کے سامنے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے ہی تھے۔ اس کے برعکس اسلام میں وحی الٰہی اپنی اصل اور غیر محرف شکل میں آج بھی

موجود ہے' اور اس بنیاد پر ہم اسلام کے کامیاب احیاء کے امکان کو بہت زیادہ روشن پاتے ہیں۔ فاضل مقرر نے کہا کہ جب ہم قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں وارد ہونے والی غلبہ اسلام اور عالمی خلافت کی خوشخبریوں کو دیکھتے ہیں تو اسلام کے احیاء سے متعلق ہمارا اعتماد یقین کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مغرب کا اسلام سے عناد اور بغض کا رویّہ عالم اسلام کے اندر انقلابی عمل کے لئے مہمیز کا کام کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسلام میں اصلاح اور تجدید و احیاء کا فطری مرحلہ اسلام کے ارتقاء کے عمل کو تیز تر کرنے کا باعث بن رہا ہے۔ فاضل مقرر نے کہا کہ انقلاب (Revolution) اور ارتقاء (Evolution) کو الگ الگ خانوں میں بانٹ دینا دراصل جدید سیکولر ذہن کا کام ہے' ورنہ حقیقت میں یہ دونوں ایک ہی عمل کے ظہور کی مختلف صورتیں ہیں۔ ارتقائی عمل ہی انقلاب کو جنم دیتا ہے' چنانچہ ہم روس کے انقلاب کو گزشتہ تین صدیوں میں ہونے والے عمرانی علوم کے ارتقاء کے پس منظر ہی میں سمجھ سکتے ہیں۔ نیز کوئی بھی ارتقائی عمل اس وقت تک خود کو جاری نہیں رکھ سکتا جب تک کہ اس میں وقفے وقفے سے انقلابات نہ آتے رہیں۔

فاضل مقرر نے کہا کہ اسلام کے احیائی عمل کے حوالے سے ہمیں چوکس رہنے کی ضرورت ہے' اس لئے کہ اس عمل پر ایک خاص سمت سے حملہ ہو رہا ہے۔ اس خطرے کو انہوں نے مستشرقین کے اسلام (Orientalist Islam) سے تعبیر کرتے ہوئے سامعین کو بتایا کہ اس طرز فکر کے تین اجزائے ترکیبی ہیں :

اولاً : اسلام کی ساڑھے ۱۳سو سال کی علمی میراث کو بے کار یا غلط قرار دے کر رد کر دینا اور یہ دعویٰ کرنا کہ ایک یا دو علماء کے سوا آج تک کسی نے اسلام کی صحیح تشریح و تعبیر نہیں کی۔

ثانیاً : کُل کے کُل تصوف کو اجنبی اور غیر اسلامی قرار دے کر مسترد کر دینا اور یہ دعویٰ کرنا کہ اسلام میں کوئی روحانی عنصر نہیں ہے۔

ثالثاً : یہ دعویٰ کرنا کہ مسلمانوں کی پوری تاریخ اور ان کا ہر معاشرہ سیاسی طور پر انارکی کا شکار تھا یا استبدادی اور جابرانہ تھا۔

جناب باسط بلال نے کہا کہ آج دو بظاہر متضاد گروہوں نے اسلام کی اس مستشرقانہ تعبیر کو اختیار کیا ہوا ہے۔ ایک جانب جدید اور آزادی پسند (Liberal) مسلمانوں کا گروہ ہے اور دوسری جانب انتہا پسند وہابی مسلمانوں کا۔ اسلام کی جدیدیت کے نقطۂ نظر سے تشریح کرنے والوں میں اہم ترین نام ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا ہے' جو اپنی کتاب Islam and Modernity میں لکھتے ہیں کہ اسلام کو درست طور پر سمجھنے میں امام شافعیؒ کے اصولِ فقہ' امام غزالیؒ کا تصوف' اور امام اشعریؒ کا علم الکلام تین بڑی رکاوٹیں ہیں۔ دوسری طرف انتہا پسند وہابی مسلمان ہیں' جو ائمہ اربعہ کے اکثر فتاویٰ کو قرآن و سنّت سے متصادم اور صوفیاء کو بدعتی بلکہ مشرک قرار دیتے ہیں۔ گویا ساڑھے تیرہ سو سال میں صرف دُو افراد (امام ابن تیمیہؒ اور محمد بن عبدالوہابؒ) کے سوا کوئی شخص بھی اسلام کو سمجھ نہ پایا۔ جناب باسط بلال نے کہا کہ مسلمانوں کی علمی و فکری میراث کا احترام کئے بغیر اسلام پر صحیح طور سے غور و فکر کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر ہم اپنے عظیم اسلاف کا احترام نہیں کریں گے تو لامحالہ اسلام پر غور و فکر کے لئے بھی ہمارے پاس مستشرقانہ اور سیکولر قسم کے مغربی طرزِ تحقیق کو اپنانے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ جدیدیت پسند مسلمانوں نے اسلام کو سمجھنے کے لئے جدید Literary Theory اور historicism کے طریقوں کو اختیار کر لیا ہے' اور انتہاپسند وہابی مسلمانوں نے منطقی اثباتیت (Logical Positivism) کا طریقہ کار اپنایا ہوا ہے۔ جناب باسط بلال نے کہا کہ ہم مستشرقین کے اثرات سے دامن بچاتے ہوئے اسلام کا مطالعہ اپنے اسلاف کے طریقہ کار کی روشنی میں کر کے ہی جدید مغربی فکر کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

مہمان مقرر نے کہا کہ جدید مغربی فکر کے طالب علم کو اس میں حیران اور ششدر کر دینے والے تنوع اور انتشار سے سابقہ پیش آتا ہے' جس کی وجہ اس فکر میں پائے جانے والے متضاد اور متناقض دھارے ہیں۔ بظاہر علم کا پھیلاؤ نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں محض معلومات اور مفروضات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ان تمام معلومات (data) کو ایک جامع اور مربوط نقشے کی ضرورت ہے جو انہیں قابل فہم بنا سکے۔ آج سائنسی اور عمرانی دونوں علوم اس قدر زیادہ شاخوں میں منقسم ہو چکے ہیں اور specialization کا یہ

عالم ہو چکا ہے کہ ایک شعبۂ علم کے ماہر کو دوسرے شعبے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا مطلق علم نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج انسانی ذہن شدید الجھن اور پراگندگی کا شکار ہے۔ معلومات میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے لیکن ان میں ربط نہ ہونے کے باعث فکری اضطراب میں کمی نہیں ہوتی۔ جناب باسط بلال نے کہا کہ ایک طرف تو یہ حال ہے، اور دوسری جانب ہم دیکھتے ہیں کہ سائنس کے میدان میں ایسے حقائق دریافت ہو رہے ہیں جن کی مدد سے ہزاروں سال پرانے فلسفیانہ سوالات حل ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا مادے اور روح کی ثنویت فلسفے کا ایک قدیم اشکال ہے، لیکن آج طبیعیات کے ماہر ہمیں بتا رہے ہیں کہ مادہ دراصل توانائی کی ایک تبدیل شدہ صورت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ایک اور قدیم سوال یہ ہے کہ حقیقت تک رسائی کے لئے تخیل پسندی اور جذباتیت (romanticism) بہتر ہے یا معقولیت پسندی (Rationalism)۔ ماہرین نفسیات ہمیں آج یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ وجدان اور جذبات کے بغیر عقل بے دست و پا ہے۔ اسی طرح جبر و قدر کا مسئلہ ہے جن کے مابین تطبیق پیدا کرنے کی کوششیں عہد قدیم سے جاری ہیں۔ ریاضی کے ماہرین آج ہمیں یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ کائنات میں بے ترتیبی (randomness) کا کوئی وجود نہیں، بلکہ ہر شے ایک منصوبے اور نظام کے تحت واقع ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس نظام میں پیشین گوئی کرنا ممکن نہیں ہے۔ جناب باسط بلال نے کہا کہ صرف اسلام ہی ان حقائق کی صحیح تعبیر کر کے علم حقیقی کا ایک جامع اور مربوط نظام پیش کر سکتا ہے۔ اس ضمن میں بہت سا کام ہمارے عظیم اسلاف کے ہاتھوں سرانجام پا چکا ہے۔ چنانچہ مولانا رومؒ اور علامہ اقبال نے اپنے اپنے دور کے محاورے میں جو حقائق پیش کئے تھے، آج ہمارا فرض ہے کہ ہم ان حقائق کو عہد حاضر کے محاورے میں پیش کریں۔ اسی صورت میں اسلام کی وہ پُرکشش اور اثر انگیز تعبیر وجود میں آسکے گی جس میں معاشرے کے باشعور اور ذی فہم افراد کو فتح کرنے کی طاقت ہو گی۔ فاضل مقرر نے کہا کہ جدید سائنس، عمرانیات اور فلسفہ رفتہ رفتہ ایک مشترک نقطۂ اتصال کی طرف بڑھ رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مستقبل میں ایمان کے ایک

(باقی صفحہ ۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں)